الکاشف اور مرقاۃ کے مناہج: مشترک اور منفرد امور کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of Common and distinct aspects in *āl-Kāshif and Mirqāt*

Abdul Quddus
PhD Scholar Islamic Studies
University of Sargodha
Prof. Dr. Muhammad Shahbaz Manj
Chairman, Department of Islamic Studies
University of Education, Lahore

Abstract

Ptrophetic ḥadīth has been a basic source of Islamic Sharī'ah. Apart from other works on ḥadīth, Muhaddithīn have been paying special attention in writing commentaries of ḥadīth collections. One of the famous ḥadīth collections is *"Mishkāt al-Masābh"* by *Khatīb Tabrīzī*. Many commenatries of this collection have been written. This paper studies two commenatries of *"Mishkāt al-Masābh"* written by *Allama Tayibī* and *Mulla 'Alī Qārī* . It focuses the common and distinct points found in both of these commentaries.

Keywords: Ḥadīth, Muhaddithīn, *Mishkāt al-Masābh, Khatīb Tabrīzī, Allama Tayibī* and *Mulla 'Alī Qārī*

تمہید

حدیث نبوی ﷺ بہت سے علوم وفنون کے لئے ایک اہم مرجع وماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے محدثین نے حدیث کو مرتب کرنے اور حدیث کی شروح لکھنے کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ محدثین اور محققین نے اپنے اپنے ذوق، مشرب، صلاحیت اور دستیاب وسائل کے مطابق حدیث کی تشریح کی ہے۔ خطیب تبریزی (741ھ) کی مشہور زمانہ تصنیف "مشکاۃ المصابیح" کی بہت سی عمدہ شروح لکھی گئی ہیں، جن میں علامہ طیبی (743ھ) کی "الکاشف عن حقائق السنن" اور ملا علی قاری (1014ھ) کی "مرقاۃ المفاتیح" خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ دونوں کتب کے مصنفین الگ الگ فقہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے درمیان تین صدیاں بھی حائل ہیں، تاہم پھر بھی دونوں کتب اور ان کے مناہج میں چند انفرادی خصوصیات کے علاوہ اکثر امور میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ مشترک امور میں اقوال سلف، فقہی مذاہب کا بیان، احادیث سے فقہی مسائل کا استنباط، روایت و درایت کا لحاظ، مصادر و مراجع، جامعیت، مفصل اور مطول شروح اور حدیث کی دیگر شروح کا ماخذ و مرجع ہونا شامل ہیں۔ "مرقاۃ" میں مشترک

امور کی موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ ملا علی قاری نے "الکاشف" سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ تاہم انہوں نے ان امور کے مواد میں اضافہ بھی کیا ہے۔ ذیل میں ان مشترک امور کو تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

حدیث کی تفہیم میں آیات قرآنیہ سے استفادہ

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے حدیث کی تشریح کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیات سے بھی اخذ واستنباط کیا ہے۔ تاہم ایسا بہت ہی قلیل ہے۔ دراصل دونوں کی توجہ کا اصل محور احادیث کی تشریح ہے۔ لہذا اگر کہیں قرآن کریم کی آیات سے حدیث کی تائید ہوتی ہے یا کسی امام نے قرآن کریم کی کسی آیت سے دلیل پیش کی ہے تو وہ اس کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ خطیب تبریزی نے باب النفخ فی الصور میں حضرت ابوہریرہ سے ایک متفق علیہ حدیث نقل کی ہے:

"عن أبي رزين العقيلي قال: قلت: يا رسول الله كيف يعيد الله الخلق؟ ما آية ذلك في خلقه؟ قال: «أما مررت بوادي قومك جدبا ثم مررت به يهتز خضرا؟» قلت: نعم. قال: " فتلك آية الله في خلقه (كذلك يحيي الله الموتى)"[1]

"ابو رزین عقیلی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اسے اللہ کے رسول، اللہ مخلوق کو کیسے زندہ کرے گا؟ مخلوق میں اس کی نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی قوم کی بنجر وادی سے نہیں گزرے کہ تم پھر گزرے تو وہ سر سبز لہلہانے لگی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کی اس کی مخلوق میں نشانی ہے (اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا)۔"

اس حدیث میں مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے اور اس کی نشانی اور علامت کا بیان ہے۔ یہ بات تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ علامہ طیبی نے اس حدیث کی تشریح میں مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے پر بطور اشہاد او رنظیر، قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی ہے:

"ونظير هذا الحديث في الدلالة قوله تعالى: فانظر إلى آثار رحمت الله كيف يحيي الأرض بعد موتها إن ذلك لمحيي الموتى وهو على كل شي قدير"[2]

"اس معنی پر دلالت کرنے میں حدیث کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اللہ کی رحمت کے نشانات کو دیکھ، کیسے وہ زمین کو اس کے مروہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، بیشک یہ مردوں کو زندہ کرنا ہے، اور وہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

مذکورہ بالا کلام میں علامہ طیبی نے حدیث میں بیان کردہ مضمون کی تائید اور نظیر قرآن کریم کی آیت سے پیش کی ہے۔ ملا علی قاری نے بھی اس حدیث میں اعادہ مخلوق کے مضمون کی تائید اور نظیر پیش کرنے میں علامہ طیبی کا اتباع کیاہے اور ان کا کلام نقل کرتے ہوئے یہی آیت نقل کی ہے۔[3]

لغوی مباحث اور ائمہ لغت کے اقوال

علامہ طیبی الکاشف میں اور ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث کے الفاظ کی وضاحت اور تشریح کرتے ہیں۔ دونوں ہی اس دوران ائمہ لغت کے اقوال نقل کرتے ہیں اور پھر محدثین کے اقوال کی روشنی میں حدیث کے الفاظ کا معنی متعین کرتے ہیں۔ عموما دونوں کے الفاظ بھی ایک ہی جیسے ہوتے ہیں، کیونکہ دونوں کسی ایک ہی امام کا قول نقل کر رہے ہوتے ہیں۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں باب فضل الوضوء میں ابومالک اشعری سے مرفوعا مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے:

> "الطهور شطر الإيمان والحمد لله تملأ الميزان، وسبحان الله والحمد لله تملآن - أو تملأ - ما بين السماوات والأرض، والصلاة نور، والصدقة برهان والصبر ضياء، والقرآن حجة لك أو عليك"[4]
>
> "طہارت ایمان کا حصہ ہے۔ الحمدللہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں یا ہر ایک آسمانوں اور زمین کے درمیان خلا کو بھر دیتا ہے۔ نماز روشنی ہے۔ صدقہ دلیل ہے۔ صبر روشنی ہے۔ قرآن تیرے لئے حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے۔"

دونوں شراح نے اس حدیث میں موجود لفظ "الطھور" کی لغوی تحقیق ذکر کی ہے اور دونوں کی ایک ہی جیسی تحقیق نقل کی ہے۔

علامہ طیبی نے لفظ "الطہور" کی لغوی تحقیق ذکر کرتے ہوئے ائمہ لغت کے اقوال نقل کئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

> "قال الشيخ محيي الدين: جمهور أهل اللغة علي أن الطهور والوضوء يضمان إذا أريد بهما المصدر، ويفتحان إذا أريد بهما اسم ما يتطهر به، كذا عن الأنباري. وذهب الخليل، والأصمعي، وأبو حاتم السجستاني، والأزهري، وجماعة إلي أنه بالفتح في الاسم والمصدر. والطهارة أصلها النظافة والتنزه"[5]
>
> "شیخ محی الدین نے کہاہے کہ جمہور اہل لغت اس بات پر ہیں کہ طہور اور وضوسے مراد اگر مصدر ہو تو انہیں مضموم پڑھا جائے گا، اور اگر اسم مراد ہو تو مفتوح پڑھا جائے گا۔ انباری سے بھی اسی

طرح منقول ہے۔ خلیل، اصمعی، ابو حاتم سجستانی، ازہری اور ایک جماعت کا مؤقف ہے کہ اسم او رمصدر دونوں صورتوں میں مفتوح پڑھا جائے گا۔ طہارت کا اصل معنی نظافت اور پاکیزگی ہے۔"

اس عبارت میں علامہ طیبی نے لفظ "الطہور" کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے شیخ محی الدین کا قول نقل کیا ہے، جو دیگر بہت سے ائمہ لغت کو اقوال کو بھی متضمن ہے۔ ملا علی قاری نے بھی لفظ "الطہور" کی لغوی تحقیق نقل کرنے میں علامہ طیبی کا اتباع کرتے ہوئے شیخ محی الدین کا مذکورہ بالا قول ہی نقل کیا ہے۔ تاہم انہوں نے لفظ "الطہور" کو مضموم پڑھنے کو ترجیح دی ہے:

"(الطهور) : بالضم وهو الأصح والأظهر أو بالفتح: قال الشيخ محيي الدين النووي وجمهور أهل اللغة: على أن الطهور والوضوء يضمان إذا أريد بهما المصدر ------"[6]

"(الطُّهُورُ) ضمہ کے ساتھ ہے اور یہی زیادہ صحیح اور اظہر ہے یا فتح کے ساتھ ہے۔ شیخ محی الدین نے کہا ہے کہ جمہور اہل لغت اس بات پر ہیں کہ طہور اور وضو سے مراد اگر مصدر ہو تو انہیں مضموم پڑھا جائے گا۔۔۔۔۔"

ملا علی قاری نے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی نقل کئے ہیں اور طویل لغوی بحث کی ہے۔[7]

بلاغی مباحث اور نکات

علامہ طیبی علم بلاغت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انہوں نے صرف علم بلاغت پر کتب لکھنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ قرآن اور حدیث پر اسے منطبق بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے جو مقام تفسیر میں علامہ محمود بن عمر جار اللہ زمخشری کی الکشاف کو حاصل ہے، وہی مقام حدیث میں علامہ طیبی کی الکاشف عن حقائق السنن کا بھی تسلیم کیا گیا ہے علامہ طیبی نے اپنی شرح کے مقدمہ میں اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ اس شرح میں مشکل الفاظ کے معانی، پیچیدہ مقام کا حل اور بکھرے ہوئے موضوعات کی تلخیص کے ساتھ ساتھ احادیث سے مستنبط اسرار و لطائف، لغت، نحو اور علم بلاغت کو بھی بیان کریں گے۔ ملا علی قاری نے بھی بلاغی مباحث اور نکات کا تذکرہ کیا ہے، تاہم انہوں نے اس ضمن میں علامہ طیبی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ خطیب تبریزی نے باب الستر میں حضرت ابوہریرہ سے ایک متفق علیہ حدیث نقل کی ہے:

"لا يصلي أحدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقيه منه شيء"[8]

"تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر اس میں سے کچھ نہ ہو۔"

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے دونوں نے اس حدیث کے تحت اسرار و حکم کا ذکر کیا ہے۔ علامہ طیبی نے اس حدیث کے تحت حدیث میں موجود حکم کی اسرار و نکات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"(مح): قالت العلماء: حكمته أنه إذا تزين به ولم يكن علي عاتقه منه شيء لم يأمن أن تنكشف عورته، بخلاف ما إذا جعل بعضه علي عاتقه، ولأنه قد يحتاج إلي إمساكه بيده أو يديه، فيشغل بذلك، ولا يتمكن من وضع اليد اليمنى علي اليسرى، فتفوت السنة"[9]

"نووی نے کہا ہے کہ علماء نے فرمایا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ کپڑے سے زینت اختیار کرے اور اس کے کندھے پر کپڑا نہ ہوا تو ستر کھلنے کا اندیشہ رہے گا۔ بخلاف کچھ کپڑے کندھے پر ہونے کی صورت کے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسے ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں سے سمیٹنے کی ضرورت پڑتی ہے، پس وہ اس کے ساتھ مشغول ہو جائے گا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔ اس صورت میں سنت فوت ہو جائے گی۔"

ان الفاظ میں علامہ طیبی نے امام نووی کے قول سے کندھا ننگا کر کے نماز پڑھنے سے ممانعت کی حکمت بیان کی ہے۔ ملا علی قاری نے بھی امام نووی کے حوالے سے حدیث میں مذکور حکم کی یہی حکمت بیان کی ہے۔[10] اس میں بھی ملا علی قاری نے علامہ طیبی کا اتباع کیا ہے۔

اقوال سلف پر اعتماد

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے احادیث کی شرح کے دوران سلف الصالحین یعنی صحابہ و تابعین کے ساتھ ساتھ متاخرین کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ان پر اعتماد کیا ہے۔ انہوں نے علامہ نووی سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مصادر و مراجع میں صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کے شارحین کے علاوہ خاص طور پر "مصابیح السنہ" کے شراح بھی شامل ہیں۔ مذکورہ شراح سے استفادہ گویا اقوال سلف پر اعتماد کی علامت ہے۔ چنانچہ خطیب تبریزی نے باب الموقف میں صحیح مسلم میں موجود حضرت انس کی روایت نقل کی ہے:

"عن أنس بن مالك: «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى به وبأمه، أو خالته»، قال: «فأقامني عن يمينه، وأقام المرأة خلفنا"[11]

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، میری والدہ اور خالہ کو نماز پڑھائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ نے دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔"

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے اس حدیث کی تشریح اقوال سلف کی روشنی میں کی ہے۔ علامہ طیبی نے اس حدیث کے تحت اس سے مستنبط ہونے والے مسائل کو اقوال سلف کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ وہ امام بغوی کا قول نقل کرتے ہیں:

"فيه دليل علي تقديم الرجال علي النساء في الموقف، وأن الصبي يقف مع الرجال."[12]

"اس میں دلیل ہے کہ صف بندی میں مرد عورتوں سے آگے کھڑے ہوں گے اور بچے مردوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔"

ملا علی قاری نے بھی حدیث کی تشریح میں علامہ طیبی کا اتباع کرتے ہوئے امام بغوی کا یہی قول نقل کیا ہے۔ تاہم انہوں نے اس کے علاوہ امام نووی کا قول بھی نقل کیا ہے۔[13] دراصل ملا علی قاری نے اقوال سلف کثرت سے نقل کئے ہیں۔

فقہی آراء اور ان کے دلائل کا بیان

علامہ طیبی اور ملا علی قاری محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے۔ اسی وجہ سے ان کی تالیفات میں حدیث کی تشریح کے دوران فقہی رنگ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ دونوں نے اپنی شروح میں فقہی مباحث کو تفصیل اور اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے۔ انہوں نے ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کے مذاہب کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم کے "باب الصيد بالكلاب المعلمة" میں حضرت عدی بن حاتم سے ایک حدیث نقل کی ہے:

"إذا أرسلت كلبك فاذكر اسم الله، فإن أمسك عليك، فأدركته حيا فاذبحه، وإن أدركته قد قتل، ولم يأكل منه فكله، وإن وجدت مع كلبك كلبا غيره، وقد قتل فلا تأكل، فإنك لا تدري أيهما قتله"[14]

"جب تو اللہ کا نام لے کر (شکار کے لئے) کتا چھوڑے تو اگر وہ شکار کو روک لے اور اسے زندہ پائے تو اسے ذبح کر دے، اگر تو اسے مقتول پائے اور کتے نے اس سے نہ کھایا ہو تو اسے کھالے۔ اگر تو اپنے کتے کے ساتھ کسی کا کتا پائے اور شکار قتل ہو جائے تو مت کھا، کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔"

اس حدیث میں کلب معلم کے شکار کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان مسائل کے ضمن میں علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے فقہاء کرام کی آراء کو بیان کیا ہے۔ علامہ طیبی نے اس حدیث کے تحت ذبیحہ یا شکار پر ترک تسمیہ کی صورت میں فقہاء کرام کے مذاہب اور دلائل کو تفصیل سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس حوالے سے امام بغوی کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وفيه بيان أن ذكر اسم الله شرط على الذبيحة حالة ما تذبح أو في الصيد حالة ما يرسل الجارحة أو السهم. فلو ترك التسمية؟ اختلفوا فيه: فذهب جماعة إلى أنه حلال. روى ذلك عن ابن عباس رضي الله عنهما، وإليه ذهب مالك والشافعي وأحمد.وقالوا: المراد من ذكر اسم الله ذكر القلب، وهو أن يكون إرساله الكلب على قصد الاصطياد به لا على وجه اللعب. وذهب قوم إلى أنه لا يحل سواء ترك عامداً أو ناسياً، وهو الأشبه بظاهر الكتاب والسنة. روى ذلك عن ابن سيرين والشعبي. وبه قال أبو ثور وداود. وذهب قوم إلى أنه لو ترك التسمية عامداً لا يحل وإن ترك ناسياً يحل، وهو قول الثوري وأصحاب أبي حنيفة وإسحاق."[15]

"اس میں اس بات کا بیان ہے کہ ذبیحہ پر ذبح کرتے وقت، یا شکار میں شکاری جانور یا تیر کو چھوڑتے وقت تسمیہ پڑھنا شرط ہے۔ اگر تسمیہ چھوڑ دی تو اس میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کے مذہب میں وہ حلال ہے۔ یہ ابن عباس سے مروی ہے اور اسی کی طرف امام مالک، شافعی اور احمد گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ کا نام لینے سے مراد ذکر قلبی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کتے کو شکار کے ارادے سے چھوڑا جائے نہ کہ کھیل کے طور پر۔ ایک جماعت کا مذہب ہے کہ عامدا یا ناسیا تسمیہ چھوڑنے پر شکار حلال نہیں۔ یہ بات کتاب و سنت کے ظاہر کے زیادہ قریب ہے۔ یہ ابن سیرین، شعبی، ابو ثور اور داؤد ظاہری سے مروی ہے۔ ایک جماعت کا مذہب ہے کہ عامدا تسمیہ چھوڑنے پر شکار حلال نہیں۔ اگر بھول کر چھوڑ دی تو حلال ہے۔ یہ سفیان ثوری، احناف اور اسحاق کا مذہب ہے۔"

علامہ طیبی نے ذبیحہ یا شکار پر ترک تسمیہ کی صورت میں حلت اور حرمت کے مسائل میں ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ دیگر فقہاء کرام کے مذاہب اور دلائل کو بھی بیان کیا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی حدیث کی تشریح میں علامہ طیبی کا اتباع کرتے ہوئے ذبیحہ یا شکار پر ترک تسمیہ کی صورت میں حلت اور حرمت کے مسائل میں ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ دیگر فقہاء کرام کے مذاہب اور دلائل کو بیان کیا ہے۔ نیز انہوں نے بھی امام بغوی کا مذکورہ بالا پیراگراف ہی نقل کیا ہے۔[16]

اکثر مصادر و مراجع میں اتحاد

الکاشف اور مرقاۃ المفاتیح دونوں مشکاۃ المصابیح کی شروحات ہیں۔ نیز دونوں نے مصابیح السنہ کی شروح سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں شروح کا اکثر مصادر و مراجع میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ علامہ طیبی نے اپنی شرح کی ابتداء میں دس بنیادی مراجع کا ذکر کیا ہے جن میں سے نو کتب ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح کے مراجع میں شامل ہیں۔ علامہ طیبی مراجع کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف یا اس کی کتاب کا نام ذکر کرنے کی بجائے اس کا مختصر رمز ذکر کرتے ہیں ، مثلا امام نووی کے لئے رمز (نہ) اور قاضی بیضاوی کے لئے رمز (قض) استعمال کرتے ہیں، جبکہ ملا علی قاری کتاب یا اس کے مؤلف کا نام ذکر کرتے ہیں۔ دونوں شروح کے مشترکہ مراجع میں امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی (388ھ) کی معالم السنن و احکامہا، ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی (516ھ) کی شرح السنۃ، محمود بن عمر جار اللہ زمخشری (538ھ) کی الفائق فی غریب الحدیث، مبارک بن محمد ابن اثیر الجزری (630ھ) کیالنہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، شہاب الدین ابو عبد اللہ فضل اللہ بن حسن توربشتی (666ھ) کیالمیسر فی شرح مصابیح السنۃ، ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (676ھ) کی المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج، قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی (685ھ) کی تحفۃ الابرار فی شرح مصابیح السنۃ، مظہر الدین حسین بن محمود زیدانی (727ھ) کی المفاتیح فی شرح المصابیح، ابو عبد اللہ اسماعیل بن محمد المعروف اشرف قضاعی (715ھ) کیشرح المصابیح شامل ہیں۔

نحوی ترکیب اور مسائل کا بیان

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے حدیث کی تشریح کے دوران نحوی تراکیب اور مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔ وہ اکثر مشکل ترکیب والی احادیث کی علم نحو کے اعتبار سے وضاحت کرتے ہیں۔ خطیب تبریزی نے کتاب الایمان میں حدیث جبرئیل نقل کی ہے:

> "عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم إذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لا يرى عليه أثر السفر ولا يعرفه منا أحد حتى جلس إلى النبي صلى الله عليه وسلم۔۔۔۔الحديث"

> "حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ایک دن ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب ایک آدمی اچانک ہمارے سامنے نمودار ہوا، جس کے کپڑے نہایت سفید تھے،

بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کے آثار نہیں تھے اور اسے ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ آدمی نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔۔الحدیث"

علامہ طیبی نے اس حدیث کے تحت علم نحو کے اعتبار سے لفظ "بینا" کی وضاحت کی ہے، تاہم انہوں نے نسبت اقوال سلف کی جانب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قال صاحب النهاية: بينا: بين، فأشبعت الفتحة فصارت ألفًا، يقال: بينا وبينما، وهما ظرفا زمان بمعنى المفاجأة ومضافان إلى الجملة: من فعل وفاعل، أول مبتدأ وخبر، ويحتاجان إلى جواب يتم به المعنى، كما يستدعى (إذا) والأفصح في جوابهما أن لا يكون فيه إذ وإذا، وقد جاء في الجواب كثيرًا"[17]

"صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ "بینا" دراصل "بین" تھا۔ اس کے فتحہ کو لمبا کیا تو الف ہو گیا۔ کہا جاتا ہے: "بینا و بینما"۔ یہ دونوں ظرف زمان ہیں اور مفاجات کے معنی میں ہیں، دونوں جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں۔ دونوں معنی کی تکمیل کے لئے جواب قسم کے محتاج ہوتے ہیں، جیسے "اذا" تقاضا کرتا ہے۔ افصح یہ ہے کہ ان کے جواب میں "اذ" اور "اذا" نہ ہوں، تاہم یہ اکثر جواب میں آتے ہیں۔"

علامہ طیبی نے نحوی ترکیب کرتے ہوئے صاحب نہایہ کا حوالہ دیا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی حدیث کی تشریح میں علامہ طیبی کی طرح نحوی ترکیب ذکر کی ہے۔ انہوں نے بھی اقوال سلف سے استفادہ کیا ہے تاہم انہوں نے اس کی نسبت سلف کی جانب نہیں کی۔ نیز انہوں نے ترکیب زیادہ واضح اور جامع انداز میں ذکر کی ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"أصله بين فأشبعت الفتحة فقيل بينا. وزيدت ما فقيل بينما، وهما ظرفا زمان بمعنى المفاجأة، ويضافان إلى الجملة الاسمية تارة، وإلى الفعلية أخرى، ويكون العامل معنى المفاجأة في إذ" [18]

"اس "بینا" کی اصل "بین" تھا۔ اس کے فتحہ کو لمبا کیا تو "بینا" کہا جانے لگا۔ اور "ما" کا اضافہ کیا گیا تو "بینما" کہا گیا۔ یہ دونوں ظرف زمان ہیں اور مفاجات کے معنی میں ہیں۔ دونوں کبھی جملہ اسمیہ اور کبھی جملہ فعلیہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور "اذ" میں پایا جانے والا معنی مفاجات اس میں عامل ہوتا ہے۔"

ملا علی قاری کی ترکیب علامہ طیبی کی ذکر کردہ ترکیب سے زیادہ واضح ہے۔ نیز انہوں نے اپنے الفاظ میں صاحب النہایہ کے کلام کو وضاحت سے پیش کیا ہے۔

عربی اشعار سے استشہاد

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے عربی اشعار سے بھی استشہاد کیا ہے۔ وہ حدیث کے الفاظ کی مزید وضاحت کے لئے یا حدیث کی بہتر تفہیم کے لئے اشعار پیش کرتے ہیں۔ تاہم دونوں شروح میں اشعار کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ نیز ملا علی قاری نے اکثر مواقع وہی اشعار پیش کئے ہیں جو علامہ طیبی نے نقل کئے ہیں۔ خطیب تبریزی نے کتاب الجہاد میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں شہید کو قتل کے وقت معمولی سے تکلیف ہونے کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الشهيد لا يجد ألم القتل إلا كما يجد أحدكم ألم القرصة."[19]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید کو قتل کی اتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی جتنی تم میں سے کسی ایک کو انگلی کا کنارہ (ناخن) کاٹنے سے ہوتی ہے۔"

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے شہید کو قتل کی تکلیف نہ ہونے پر عربی اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ علامہ طیبی نے اس حدیث کے تحت حضرت حبیب انصاری کا شعر نقل کیا ہے، جو انہوں نے مشرکین مکہ کے ہاتھوں شہادت کے وقت کہا تھا:

"ولست أبالي حين أقتل مسلما علي أي شق كان لله مصرعي
وذلك في ذات الإله وإن يشأ يبارك علي أوصال شلو ممزع"[20]

"میں مسلمان ہو کر قتل ہونے پر اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اللہ کی خاطر مجھے کس پہلو پر گرایا جاتا ہے۔ یہ شہادت اس الہ کے حضور ہے جو اگر چاہے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء میں برکت ڈال دے۔"

یہ شعر پیش کر کے علامہ طیبی نے حدیث کی وضاحت ایک امر واقعہ سے کی ہے کہ شہادت کے وقت شہید کو قتل ہونے کی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ خوشی سے اپنی جان اللہ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی حدیث کی تشریح میں علامہ طیبی کا اتباع کیا ہے۔ انہوں نے اسی شعر کو نقل کیا ہے:

"ولست أبالي حين أقتل مسلما ... على أي شق كان لله مصرعي
وذلك في ذات الإله وإن يشأ ... شارك على أوصال شلو ممزع"[21]

دونوں نے ایک ہی شعر سے استشہاد کیا ہے، تاہم علامہ طیبی نے شعر میں "یبارک" کا لفظ ذکر کیا ہے، جبکہ ملا علی قاری نے اس کی جگہ "شارک" کا لفظ نقل کیا ہے۔

عقل و نقل کا امتزاج

علامہ طیبی نے اپنی تصنیف میں روایت اور درایت یعنی منقولات اور معقولات دونوں کو بہت ہی احسن طریقے سے جمع کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا منہج یہ ہے کہ پہلے قرآن و حدیث سے دلائل اور اقوال سلف نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد عقلی دلائل سے بھی مؤقف کو مبرہن کرتے ہیں۔ نیز عربی لغت کا بیان، علم بلاغت کا بیان اور اسرار و نکات کی نشاندہی بھی درایت میں داخل ہے۔ یہی خوبی ملا علی قاری کی مرقاہ المفاتیح میں بھی پائی جاتی ہے۔ خطیب تبریزی نے باب العقیقہ میں ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں پیدائش کے وقت مولود کے کان میں اذان دینے کا ذکر ہے:

"عن أبي رافع قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن في أذن الحسن ابن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة."[22]

"حضرت ابورافع سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسن بن علی کے کان میں نماز والی اذان دیتے ہوئے دیکھا جب انہیں حضرت فاطمہ نے جنا تھا۔"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود کی پیدائش پر اس کے کان میں اذان دینا سنت ہے۔ یہ بات تو حدیث سے مستنبط ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ بچے کے کان میں قرآن کریم کی آیت (وإني سميتها مريم وإني أعيذها بك وذريتها من الشيطان الرجيم) پڑھنا بھی مستحب ہے۔[23] علامہ طیبی او رملا علی قاری نے اذان اور اس آیت (تسمیہ) کو عقیقہ کے باب میں ذکر کرنے کی عقلی وجہ بھی نقل کی ہے۔ علامہ طیبی نے بچے کے کان میں اذان دینے اور تسمیہ پڑھنے کی عقلی توجیہ یہ کی ہے کہ ان دونوں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"أن الأذان أيضا طرد للشيطان؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: ((إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التأذين)) الحديث. وذكر الأذان والتسمية في باب العقيقة وارد على سبيل الاستطراد والله أعلم."[24]

"اذان بھی شیطان کو بھگا دیتی ہے۔ نبی ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ: جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے، تاکہ وہ اذان نہ سن سکے۔ چنانچہ عقیقہ کے باب میں اذان اور تسمیہ کا ذکر شیطان کو بھگانے کے لئے ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔"

علامہ طیبی نے پیدائش کے وقت مولود کے کان میں اذان دینے کی عقلی دلیل کے ساتھ ساتھ نقلی دلیل بھی پیش کی ہے۔ ملا علی قاری نے بھی حدیث کی تشریح میں مولود کے کان میں اذان دینے کی عقلی دلیل کے ساتھ ساتھ نقلی دلیل بھی پیش کی ہے۔ انہوں نے عقلی دلیل میں علامہ طیبی کا کلام نقل کیا ہے۔ تاہم ان کے نزدیک مولود کے کان

میں اذان دینے کی زیادہ واضح حکمت یہ ہے کہ پیدائش کے وقت ہی اس کے کانوں کو دعا کے طور پر ایمان اور نماز سے مانوس کر دیا جائے:

"والأظهر أن حكمة الأذان في الأذن أنه يطرق سمعه أول وهلة ذكر الله تعالى على وجه الدعاء إلى الإيمان والصلاة التي هي أم الأركان"[25]

"ظاہر ہے کہ کان میں اذان دینے کی حکمت یہ ہے کہ پہلے لمحے ہی مولود کے کانوں کو دعا کے طور پر ایمان کی طرف اور اس نماز سے مانوس کر دیا جائے کو ارکان کی جڑ ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلائل پیش کرنے میں دونوں شراح نے اجتہادی رویہ اختیار کیا ہے اور اس میں ملا علی قاری نے علامہ طیبی کی اتباع نہیں کی۔

وجوہ ترجیح کا بیان

الکاشف اور مرقاۃ کے مصنفین جس رائے یا موقف کو درست سمجھتے ہیں اسے ترجیح بھی دیتے ہیں۔ تاہم انہوں نے اس کا التزام یعنی ہمیشہ ایسا نہیں کیا۔ نیز چونکہ دونوں کا فقہی مسلک الگ الگ ہے، اس لئے فقہی مسائل میں یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک کے نزدیک جو موقف راجح ہے، وہ دوسرے کے نزدیک مرجوح ہوتا ہے۔ علامہ طیبی جو مؤقف، رائے یا فقہی مسلک کو صحیح سمجھتے ہیں، اسے ترجیح بھی دیتے ہیں۔ نیز اس کے وجوہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں سے کبیرہ گناہ کے معاف ہونے میں علامہ طیبی کا مؤقف حدیث کے ظاہر پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق اسلام سے انسان کے ہر طرح کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام کی طرح حج اور ہجرت کی بھی یہی خصوصیت ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ شارحین کے نزدیک حج اور ہجرت سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں مگر میں ان پر رد اور تنقید نہیں کرتا۔ لیکن حدیث کے سیاق وسباق اور فصاحت و بلاغت کا تقاضا ہے کہ گناہ مٹانے کی جو خصوصیت اسلام کے لئے تجویز کی گئی ہے، وہی حج اور ہجرت کے لئے بھی تسلیم کی جائے۔ اس مؤقف پر انہوں نے کل چھ (6) قرائن یا وجوہ ترجیح کو بیان کیا ہے۔[26]

ملا علی قاری نے بھی راجح کو ترجیح دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ حدیث (كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن رأسه، وتسريح لحيته، ويكثر القناع، كأن ثوبه ثوب زيات)[27] کے تحت لکھتے ہیں کہ ثوب کی تعیین میں سر کا کپڑا اور بدن کا کپڑا دونوں طرح کے اقوال ہیں، مگر ان سے اول اصح ہے۔ وہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والأول هو الصحيح لأنه - صلى الله عليه وسلم - كان أنظف الناس ثوبا، وأحسنهم هيئة، وأجملهم سمتا"[28]

"اور پہلا قول ہی صحیح ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سب سے ستھرے لباس والے، خوبصورت ہیئت والے اور خوبصورت سیرت والے تھے۔"

اس طرح کی اور بھی متعدد مثالیں طرق حدیث، الفاظ حدیث اور فقہی مسائل میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

متعارض احادیث میں جمع و تطبیق

علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے بظاہر متعارض اور باہم مخالف احادیث میں جمع و تطبیق کی کوشش بھی کی ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ان کی شروح میں موجود ہیں۔ خطیب تبریزی نے کتاب الاطعمہ میں حضرت عائشہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں کھانے کے دوران چھری کانٹے استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسے عجمیوں کا طریقہ کہا گیا ہے:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا تقطعوا اللحم بالسكين فإنه من صنع الأعاجم وانهسوه فإنه أهنأ وأمرأ ."[29]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (کھانے کے دوران) گوشت کو چھری سے مت کاٹو، کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ اسے دانتوں سے نوچ کر کھاؤ، کیونکہ یہ زود ہضم اور زیادہ لذیذ ہے۔"

اس حدیث میں کھانے کے دوران چھری کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اور گوشت کو منہ سے کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاہم مشکاۃ کی ہی ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ کا چھری سے گوشت کاٹنا مذکور ہے:

"عن المغيرة بن شعبة قال: ضفت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فأمر بجنب فشوي ثم أخذ الشفرة فجعل يحز لي بها منه"[30]

"مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (کسی کا) مہمان بنا۔ آپ نے بکری کے پہلو کا بارے میں حکم دیا تو اسے بھون دیا گیا۔ آپ نے چھری لی اور میرے لئے اس سے کاٹنے لگے۔"

یہ دونوں احادیث باہم متعارض معلوم ہوتی ہیں، تاہم علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے جمع و تطبیق کی کوشش کی ہے۔ علامہ طیبی ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر گوشت مکمل پکا ہوا تو منہ سے کاٹنے حکم ہے اور اگر قدرے کچا ہو تو چھری سے کاٹنے کی بھی اجازت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"لا تجعلوا القطع بالسكين دأبكم وعادتكم كالأعاجم، بل إذا كان نضيجا فانهسوه وإذا لم يكن نضيجا فحزوه بالسكين. ويؤيده قول البيهقي: النهي عن قطع اللحم بالسكين في لحم قد تكامل نضجه"[31]

"عجمیوں کی طرح چھری سے کاٹنے کی عادت اور طریقہ نہ بناؤ، بلکہ جب خوب پکا ہو تو منہ سے نوچ لو اور جب مکمل پکا نہ ہو تو چھری سے کاٹ لو۔ اس کی تائید بیہقی کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ چھری سے کاٹنے کی ممانعت پکے ہوئے گوشت میں ہے۔"

علامہ طیبی کی نقل کردہ اس تاویل سے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔ ملا علی قاری نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔ ان کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

فالنهي عنه لأن فيه تكبرا وأمرا عبثا بخلاف ما إذا احتاج قطع اللحم إلى السكين، لكونه غير نضيج تام، فلا يعارض ما تقدم من خبر الشيخين من أنه - صلى الله عليه وسلم - كان يحتز بالسكين، اھ المراد بالنهي التنزيه وفعله لبيان الجواز"[32]

"(چھری سے کاٹنے کی) ممانعت تکبر اور بیکار کام ہونے کی وجہ سے ہے بخلاف اس صورت کہ جب چھری سے کاٹنے کی ضرورت ہو، جیسے گوشت مکمل پکا ہوا نہ ہو۔ بس یہ پہلے گزری شیخین کی روایت کے معارض نہیں ہے کہ نبی ﷺ چھری سے کاٹتے تھے۔ نیز نہی سے مراد تنزیہی ہے اور آپ ﷺ کا فعل بیان جواز کے لئے ہے۔"

ملا علی قاری نے ایک توجیہ تو وہی ذکر کی ہے جو علامہ طیبی نے نقل کی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ چھری سے کاٹنے کی ممانعت تنزیہی ہے اور آپ کا چھری سے گوشت کاٹنا جواز بیان کرنے کے لئے ہے۔

سابقہ شروح اور حواشی کی محافظ

الکاشف اور مرقاۃ المفاتیح دونوں کتب حدیث کی سابقہ شروح اور حواشی کی محافظ ہیں۔ علامہ طیبی سے پہلے "مصابیح السنۃ" کی بہت سی عمدہ شروح اور حواشی لکھے جا چکے تھے۔ چنانچہ علامہ طیبی نے "شرح الطیبی" میں ان تمام شروح اور حواشی کو جمع کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے دیگر کتب حدیث کی شروحات سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان میں موجود معارف حدیث، احکام اور علماء کے اقوال کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں سابقہ شروح او رحواشی کے ساتھ ساتھ الکاشف سے بھی بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ اس طرح الکاشف کی تمام خصوصیات مرقاۃ میں پائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے یہ تصنیف دیگر شروح اور حواشی کی نسبت زیادہ جامع، مکمل اور نافع ہے، کیونکہ اس میں سابقہ شروح کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد ان پر مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

منفرد امور کا مطالعہ

الکاشف اور مرقاۃ المفاتیح میں بہت سے امور مشترک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے منفرد اور مختلف امور بھی پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہی امور انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتے۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ہم بعض ایسے مشترک امور بھی ذکر کریں گے جن کو کسی ایک کتاب میں مختصر ذکر کیا ہے، جبکہ دوسری کتاب میں اسے زیارہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ گویا مشترک امور میں پائے جانے والے انفرادی پہلو بھی اس فصل کا حصہ ہیں۔

علامہ طیبی کی "الکاشف عن حقائق السنن" کے انفرادی پہلو

الکاشف، مشکاۃ المصابیح کی پہلی شرح ہے۔ یہ ایک جامع شرح ہے، تاہم "مرقاۃ المفاتیح" میں تفاصیل اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ نیز یہ شرح مقدم ہونے کی وجہ "مرقاۃ المفاتیح" کے ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل میں اس شرح کے امتیازی اور انفرادی پہلو ذکر کئے جارہے ہیں۔

محدثانہ اسلوب و منہج کا غلبہ

علامہ طیبی ایک بلند پایہ محدث اور حدیث کے ایک جلیل القدر شارح تھے۔ ان کی شرح میں محدثانہ اسلوب کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ وہ بعض مواقع پر متن حدیث کے الفاظ پر گفتگو کرتے ہیں تو بعض جگہوں پر کسی فائدہ یا ضرورت کی وجہ سے حدیث کی دیگر طرق اور اسناد کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کی توجہ حدیث کی تشریح اور تفہیم پر زیادہ ہوتی ہے، تاہم اس دوران وہ فقہی، لغوی، نحوی، بلاغی وغیرہ مباحث بھی ذکر کرتے ہیں۔ نیز ان علوم کو وہ حدیث کی خدمت کے لئے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے یہ دعوی نہیں کیا جا سکتا کہ شرح پر صرف محدثانہ چھاپ ہے، کیونکہ علامہ طیبی متعدد علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ لہذا ان کی شرح پر محدثانہ اسلوب کے علاوہ فقیہانہ، ادیبانہ اور سلفی منہج کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔

علم مصطلح الحدیث کا بیان

علامہ طیبی نے الکاشف عن حقائق السنن کے مقدمہ میں الگ سے ایک وافر حصہ علوم الحدیث کے بیان پر رقم کیا ہے۔ انہوں نے سند اور متن کے اعتبار سے حدیث کی تقریبا تیس (30) اقسام کا ذکر کیا ہے اور انہیں مکمل وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس بارے میں الکاشف منفرد ہے۔ یہ بات ملا علی قاری کی شرح میں نہیں پائی جاتی۔ اس کے علاوہ کتاب کے متن میں بھی کہیں کہیں علوم الحدیث کی مباحث موجود ہیں۔

فقہ شافعی کی ترجمان

علامہ طیبی شافعی المسلک ہیں۔ وہ فقہی مسائل میں امام شافعی کا مسلک ضرور نقل کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ حدیث سے ماخوذ مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کسی بھی امام کا مذہب ذکر نہیں کرتے۔ دراصل اس وقت وہ صرف امام شافعی کی فقہ ذکر کرتے ہیں۔ بعض جگہوں پر اس کی تائید کرتے ہوئے ترجیح بھی دیتے ہیں۔ لیکن وہ فقہی مذہب کی ترجیح میں تعصب سے کام نہیں لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مسائل میں انہوں نے شافعی مذہب کو ترجیح دینے کی بجائے صرف ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ شوافع کے دلائل کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اکثر احناف کا مؤقف نقل نہیں کرتے۔ اگر احناف کا مذہب نقل کریں تو ان کے دلائل کا تذکرہ نہیں کرتے۔ مثلاً علامہ طیبی زیر ولایت لڑکی کے نکاح کے وقت اس سے اجازت لینے کے بارے میں شافعیہ کے دلائل ذکر کرتے ہوئے استنباط کرتے ہیں:

"فمنع الشافعي تزويج الثيب الصغيرة مطلقا؛ لأنه صلى الله عليه وسلم أمر باستئمار الثيب مطلقا، ولا معنى لاستئمارها قبل البلوغ؛ إذ لا عبرة بقولها، وتزويج البكر الصغيرة لغير الأب والجد والبالغة لغيرهما من غير إذنه؛ لعموم قوله: ((البكر تستأذن)) وجوز لهما تزويج البكر البالغة بغير إذن كما يجوز لهما تزويجها صغيرة. وخصص قوله: ((ولا تنكح البكر حتى تستأذن)) بمفهوم قوله صلى الله عليه وسلم: ((الثيب أحق بنفسها من وليها)) وقوله فيما روى [عنه أبو] * هريرة: ((اليتيمة تستأمر في نفسها)) فإن معناه: لا تنكح اليتيمة حتى تبلغ فتستأمر. والمراد باليتيمة التي تكون قريبة العهد بالبلوغ. وأبو حنيفة ذهب إلي خلاف ذلك كله."[33]

"امام شافعی نے اجازت کے بغیر ثیبہ صغیرہ کا نکاح کرنے سے مطلقاً منع کیا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ثیبہ سے مطلقاً اجازت لینے کا حکم دیا ہے اور بالغ ہونے سے پہلے اجازت لینے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ اس کے قول کا اعتبار نہیں، اور باپ، دادا کا غیر باکرہ صغیرہ کا نکاح نہیں کرا سکتا اور ان دونوں کے علاوہ لوگ (باکرہ) بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرواسکتے، آپ ﷺ کے قول(البكر تستأذن) کے عموم کی وجہ سے۔ ان دونوں (باپ، دادا) کے لئے باکرہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کروانا جائز قرار دیا ہے جیسے باکرہ صغیرہ کا نکاح کروانا جائز ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے قول(ولا تنكح البكر حتى تستأذن) کو اپنے فرمان (الثيب أحق بنفسها من وليها) او رابو ہریرہ سے مروی (اليتيمة تستأمر في نفسها) سے خاص کیا ہے۔ اس کا معنی

ہے کہ یتیمہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو اور اس سے اجازت لی جائے۔ یتیمہ سے مراد بلوغت کے قریب ہے۔ امام ابو حنیفہ کا اس سب میں اختلاف ہے۔"

اس پیراگراف میں علامہ طیبی نے امام شافعی کے مذہب کے مطابق لڑکی کے نکاح میں اجازت سے متعلق بہت سے مسائل اور ان کے دلائل ذکر کئے ہیں۔ اس مسئلہ میں انہوں نے امام مالک اور امام احمد کا ذکر نہیں کیا۔ نیز امام ابو حنیفہ کا مذہب تفصیل سے دلائل کی روشنی میں مستنبط نہیں کیا۔

شافعیہ کے دلائل کا دفاع

علامہ طیبی نے اپنی شرح میں شوافع کے دلائل کا دفاع کیا ہے اور ان پر وادر ہونے والے سوالات اور اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ خطیب تبریزی نے حضرت عائشہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے:

"أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فإن دخل بها المهر بما استحل من فرجها، فإن اشتجروا فالسلطان ولي من لا ولي له."[34]

"جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر (شوہر) دخول کر لے تو فرج حلال کرنے کے بدلے مہر ہے۔ اگر وہ جھگڑا کریں تو سلطان اس کا ولی ہو گا جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔"

عبارات النساء سے نکاح منعقد نہ ہونے پر یہ حدیث شوافع کی دلیل ہے۔ احناف نے اس حدیث پر کئی طرح کے اعتراضات کئے ہیں۔ علامہ طیبی ان تمام کا جواب دیتے ہوئے اس کا حدیث کا دفاع کرتے ہیں۔ وہ قاضی بیضاوی کا قول نقل کرتے ہیں:

"قد اضطرب فيه الحنفية فتارة يتجاسرون بالطعن فيه، ويقولون: إن هذا الحديث رواه الشافعي عن سعيد بن سالم عن ابن جريح عن سلمان بن موسى عن الزهري عن عروة عن عائشة، وقد روي عن ابن جريج أنه قال: سألت الزهري عنه فلم يعرف، ولم يعرفوا أن هذا الحديث قد روي عن ابن جريج جمع كثير من الأكابر الأئمة وأعيان النقلة، كيحيى بن سعيد الأنصاري ويحي بن أيوب وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة، وعن الزهري غير سعيد من الإثبات كالحجاج بن أرطأة وجعفر بن ربيعة، مع أن سعيدا من أكابر الرواة ووجوه الثقات، وروى هشام بن عروة عن أبيه مثل ذلك. علي أن قوله: ((فلم يعرفه)) إن صح لم يقدح؛ لأنه ليس فيه صريح إنكار. وتارة مالوا إلي المعارضة والترجيح، قالوا: يعارضه

حديث ابن عباس وهو من الصحاح، وقد عرفت ما هو المراد من حديثه، وأن قوله: ((الأيم أحق بنفسها من وليها)) ليس فيه تنصيص علي استقلالها بالعقد."[35]

"حنفیہ اس حدیث میں مضطرب ہوئے ہیں۔ کبھی اس میں طعن کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کی روایت الشافعي عن سعيد بن سالم عن ابن جريج عن سلمان بن موسى عن الزهري عن عروة عن عائشة ہیں۔اور ابن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے زہری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے نہیں پہچانا۔ان (احناف) نے نہیں جانا کہ اس حدیث کو ابن جریج سے کثیر اکابر ائمہ جیسے یحی بن سعید انصاری، یحی بن ایوب، سفیان بن ثوری، سفیان بن عیینہ نے نقل کیا ہے، اور زہری سے سعید کے علاوہ ثقات جیسے حجاج بن ارطاہ، جعفر بن ربیعہ نے روایت کیا ہے۔ نیز سعید بن اکابر روات اور ثقات میں سے ہیں۔ہشام بن عروہ نے بھی اپنے والد سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ نیز ابن جریج کا قول (فلم يعرفه) اگر صحیح بھی ہو تب بھی قادح نہیں، کیونکہ اس میں صریح انکار نہیں ہے۔ کبھی (احناف) معارضہ اور ترجیح کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ابن عباس کی حدیث اس کے معارض ہے اور وہ صحاح میں سے ہے۔ حالانکہ اس حدیث کی مراد معروف ہے۔اور (الأيم أحق بنفسها من وليها) میں عورت کے عقد نکاح کے سلسلہ میں مستقل ہونے پر تنصیص نہیں ہے۔"

اس کلام میں علامہ طیبی نے شوافع کے دلائل پر احناف کی جانب سے وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ نیز اس مسئلہ میں احناف کی متدل حدیث کا محمل شوافع کے مذہب کے موافق نقل کیا ہے۔

فقہی مذاہب اور ان کے دلائل کا مختصر تذکرہ

علامہ طیبی الکاشف میں فقہی مذاہب اربعہ اور ان کے دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تاہم یہ تذکرہ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح میں بیان کردہ تفاصیل کی نسبت عموما مختصر ہوتا ہے۔ وہ امام شافعی کے علاوہ دیگر فقہاء کا مذہب بھی نقل کرتے ہیں، تاہم وہ کبھی کبھار اس کا اہتمام اور التزام نہیں کرتے۔ وہ امام احمد بن حنبل کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ یہی معاملہ فقہ مالکی کا ہے۔ احناف کا مذہب امام شافعی سے اختلاف کی صورت میں نقل کرتے ہیں۔ نیز کبھی کبھار اس سے صرف نظر بھی کرتے ہیں۔

مرقاۃ المفاتیح کا ماخذ

شرح طیبی ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح کا اہم ماخذ ہے۔ ملا علی قاری نے اپنی شرح میں ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے مرقاۃ میں ان کا تذکرہ 4066 مرتبہ کیا ہے۔ انہوں نے مرقاۃ کے مصادر و مراجع میں سب سے زیادہ استفادہ علامہ طیبی کی الکاشف سے ہی کیا ہے۔ مثلا ملا علی قاری نے ظن کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ طیبی کا قول نقل کیا ہے:

"وقال الطيبي: الظن لما كان واسطة بين اليقين والشك، استعمل تارة بمعنى اليقين، وذلك إن ظهرت أماراته، وبمعنى الشك إذا ضعفت علاماته، وعلى المعنى الأول قوله تعالى: {الذين يظنون أنهم ملاقوا ربهم} أي: يوقنون وعلى المعنى الثاني قوله تعالى: {وظنوا أنهم إلينا لا يرجعون} أي: توهموا. "[36]

"علامہ طیبی نے کہا ہے کہ ظن یقین اور شک کے درمیان واسطہ ہے۔ کبھی یہ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کی علامات ظاہر ہوں۔ کبھی یہ شک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جب یقین کی علامات کمزور ہوں۔ پہلے معنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: (الذين يظنون أنهم ملاقوا ربهم) یعنی یقین رکھتے ہیں۔ دوسرے معنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: (وظنوا أنهم إلينا لا يرجعون) یعنی انہوں نے گمان کیا۔"

اس پیراگراف میں ملا علی قاری نے علامہ طیبی سے ظن کا معنی نقل کیا ہے کہ ظن اصل میں تو یقین اور شک کے درمیان واسطہ ہے مگر کبھی یقین کی علامات ظاہر ہوں تو یہ یقین کے معنی میں ہوتا ہے اور اگر اس کی علامات ضعیف ہوں تو یہ شک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے دونوں صورتوں کی قرآن کریم سے الگ الگ مثال بھی دی ہے۔

ملا علی قاری کی "مرقاۃ المفاتیح" کے انفرادی پہلو

ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح، خطیب تبریزی کی مشکاۃ المصابیح کی مشہور اور مستند اول شرح ہے۔ یہ کتاب اپنے زمانہ تالیف سے لے کر آج تک متواتر علماء و محدثین کا مرجع رہی ہے۔ یہ تصنیف حدیث کی تشریح اور تفہیم کے لحاظ سے بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس کی کئی ایک خصوصیات ایسی ہیں جو علامہ طیبی کی الکاشف میں بھی پائی جاتی ہیں اور ہم نے ان کا ذکر باب دوم کی فصل اول میں کیا ہے۔ تاہم چند اہم خصوصیات ایسی بھی ہیں جو صرف اسی شرح کا

خاصہ ہیں اور اسے الکاشف سے ممتاز کرتی ہیں۔ ذیل میں ہم مرقاۃ المفاتیح کے چند ایسے ہی اہم انفرادی پہلوؤں کی ذکر کر رہے ہیں۔

فقہ حنفی کی ترجمان شرح

ملا علی قاری حنفی ہیں اور فقہی مسائل میں احناف کے مذہب اور دلائل کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ وہ قرآن، حدیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی احناف کے فقہی مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ ان کے دلائل کو ترجیح دیتے ہیں اور ان پر شوافع کی جانب سے وارد ہونے والے نقد کا جواب بھی دیتے ہیں۔ مثلاً جہاد میں شریک ہونے والے مجاہدین کو مال غنیمت میں سے حصہ ملتا ہے۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاد میں پیادہ شریک ہونے والے مجاہد کو ایک حصہ ملے گا۔ البتہ فارس یعنی گھوڑ سوار کے بارے میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اسے تین حصے ملیں گے، جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسے دو حصے ملیں گے۔ اس مسئلہ پر احادیث دونوں مذاہب پر موجود ہیں۔ ملا علی قاری دونوں مذاہب اور ان کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل ابن عمر کی روایت ہے:

"أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أسهم للرجل ولفرئسه ثلاثة أسهم: سهما له وسهمين لفرسه."[37]

"رسول اللہ ﷺ نے پیادہ کے لئے ایک حصہ مقرر کیا اور گھوڑ سوار کے لئے تین حصے مقرر کئے۔ ایک حصہ مجاہد کے لئے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لئے۔"

یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے۔ ملا علی قاری نے اس کے بعد فقہاء کے مذاہب اور امام ابو حنیفہ کی مستدل حدیث نقل کرنے کے لئے ابن الملک کا کلام نقل کیا ہے:

"قال ابن الملك: وهذا قول الأكثر وقيل: للفارس سهمان، وعليه أبو حنيفة أخذا بما سيأتي في الحسان من أنه - صلى الله عليه وسلم - أعطى الفارس سهمين ."[38]

"ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ اکثر کا قول ہے۔ کہا گیا ہے کہ فارس کو دو حصے ملیں گے۔ یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے۔ انہوں نے حسان میں عنقریب آنے والی حدیث سے اخذ کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فارس کو دو حصے دیئے۔"

اب دونوں طرح کی احادیث کی موجودگی میں ملا علی قاری نے امام ابو حنیفہ کی مستدل کو ترجیح دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"فأخذ أبو حنيفة بالمتيقن وترك المشكوك."[39]

"پس امام ابو حنیفہ نے یقینی بات کو اختیار کر لیا اور مشکوک کو چھوڑ دیا۔"

ملا علی قاری نے اس کلام میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کو ترجیح ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ فارس کو دو حصے ملنے والی بات یقینی ہے اور تیسرا حصہ اختلاف کی وجہ سے مشکوک ہے۔ لہٰذا امام ابو حنیفہ نے یقینی بات کو اختیار کر لیا اور مشکوک کو چھوڑ دیا۔

مدار سند صحابی کا تعارف

ملا علی قاری جس صحابی سے حدیث نقل کرتے ہیں، ان کا تعارف بھی پیش کرتے ہیں۔ تعارف کے طور پر قبول اسلام، خصوصیات اور القاب، اسلام کے لئے خدمات، نبی ﷺ سے تعلق اور محبت وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جب پہلی بار کسی صحابی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو حدیث کی تشریح سے پہلے صحابی کے حالات بیان کرتے ہیں۔ تاہم ایک بار کسی کے حالات بیان کرنے کے بعد کسی دوسری حدیث میں ان ذکر آنے پر اعادہ نہیں کرتے۔ چنانچہ حدیث جبرئیل نقل کرنے کے بعد اس کے راوی حضرت عمر فاروق کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهو الناطق بالصواب، المسمى بالفاروق على ما دل عليه الكتاب، وأول من سمي بأمير المؤمنين فيما بين الأصحاب (رضي الله عنه) : وهو. عدوي قرشي يجتمع مع النبي - صلى الله عليه وسلم - في كعب بن لؤي، كناه النبي - صلى الله عليه وسلم - بأبي حفص، وهو لغة: الأسد، ولقبه بالفاروق لفرقانه بين الحق، والباطل."[40]

"اور وہ صحیح بات کرنے والے ہیں۔ ان کا نام فاروق رکھا گیا ہے کیونکہ اس پر قرآن دلالت کرتا ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں صحابہ میں سے امیر المؤمنین کہا گیا ہے۔ وہ عدوی قریشی ہیں اور کعب بن لؤی پر نسب نبی ﷺ سے ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے ان کی کنیت ابو حفص رکھی ہے اور وہ لغت میں شیر کو کہا جاتا ہے۔ اور ان کا لقب فاروق حق وباطل میں فرق کرنے کی وجہ سے ہے۔"

اس لحاظ سے ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح میں اسماء الرجال کی مباحث بھی پائی جاتی ہیں۔

حدیث کے متعدد طرق اور الفاظ کا بیان

ملا علی قاری مشکاۃ المصابیح میں موجود حدیث کی تشریح کرتے ہیں تو بعض دفعہ کسی ضرورت کی وجہ اس حدیث کے دیگر طرق اور الفاظ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ مثلاً وہ نیت کے بارے میں حضرت عمر سے مشہور حدیث نقل کرتے ہیں:

"عن عمر بن الخطاب - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: " «إنما الأعمال بالنيات۔۔۔الحديث "[41]

"عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بیشک اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔۔۔"

یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے تاہم اس کے دیگر الفاظ بھی روایات میں موجود ہیں۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کے دیگر الفاظ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وهو رواية عن إمام المذهب في مسند أبي حنيفة - رحمه الله - رواه عن يحيى بن سعيد عن محمد بن إبراهيم التيمي عن علقمة عن أبي وقاص الليثي عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - («الأعمال بالنيات») الحديث. ورواه ابن الجارود في المنتقى: إن الأعمال بالنيات، وإن لكل امرئ ما نوى."

"یہی روایت مسند امام ابی حنیفہ میں ہے اس کی سند عن يحيى بن سعيد عن محمد بن إبراهيم التيمي عن علقمة عن أبي وقاص الليثي عن عمر بن الخطاب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (الأعمال بالنيات)۔ اور ابن جارود نے اسے منتقی میں روایت کیا ہے: (إن الأعمال بالنيات، وإن لكل امرئ ما نوى)۔"

اس طرح مرقاۃ المفاتیح سے ایک ہی حدیث کے دیگر طرق اور الفاظ جاننے کا موقع بھی ملتا ہے۔

فقہی مذاہب اور ان کے دلائل کا جامع بیان

مرقاۃ المفاتیح کی ایک اہم خوبی اور انفرادی پہلو یہ ہے کہ ملا علی قاری فقہی مذاہب اور ان کے دلائل کو عموماً تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ جبکہ علامہ طیبی کی "الکاشف عن حقائق السنن" میں عموماً فقہ شافعی کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد دیگر فقہی مذاہب اور ان کے دلائل بیان کرنے کا اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔ تاہم ملا قاری بھی اکثر فقہی مذاہب بیان کرتے ہوئے امام احمد کا مذہب بیان نہیں کرتے۔ فقہی مسائل میں بیان کرنے کی ایک مثال یہ کہ ملا علی قاری محرمات احرام میں سے کسی ایک کے ارتکاب کرنے کی صورت میں فدیہ کے مسئلہ میں مذاہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلم أن محرمات الإحرام إذا ارتكبت عمدا يجب فيها الفدية إجماعا، وإن كان ناسيا فلا يلزمه عند الشافعي والثوري وأحمد وإسحاق - رحمهم الله - وأوجبها أبو حنيفة ومالك - رحمهم الله - ومن تبعهما."[42]

"جان لو کہ محرمات احرام کا عمداً ارتکاب کرنے کی صورت میں بالاجماع فدیہ ہے۔ اگر بھول کر کیا تو امام شافعی، ثوری، احمد اور اسحاق کے نزدیک فدیہ لازم نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، مالک اور ان کے متبعین کے نزدیک واجب ہے۔"

اس طرح مرقاۃ المفاتیح سے اکثر فقہاء کرام کا مذاہب معلوم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

علم کلام کی مباحث

ملا علی قاری نے "مرقاۃ المفاتیح "میں علم الکلام کی مباحث بھی ذکر کی ہیں۔ عموما ایسی مباحث کو کتاب الایمان میں بیان کیا جاتا ہے۔ تاہم اگر کسی دوسری جگہ بھی حدیث میں علم الکلام کی کسی بحث کی طرف رہنمائی موجود ہو تو وہاں بھی ملا علی قاری اس کی جانب اشارہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث "إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ"[43] کی شرح کے دوران ابن الملک کا قول ذکر کیا ہے:

> "وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى حَيَاةِ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ لِأَنَّ الْإِحْسَاسَ بِدُونِ الْحَيَاةِ مُمْتَنِعٌ عَادَةً، وَاخْتَلَفُوا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَكُونُ بِإِعَادَةِ الرُّوحِ، وَتَوَقَّفَ أَبُو حَنِيفَةَ فِي ذَلِكَ"[44]
>
> "اس میں قبر میں حیات میت پر دلالت ہے، کیونکہ عام طور زندگی کے بغیر احساس ممتنع ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ زندگی روح کے اعادہ کے ساتھ ہے۔ امام ابو حنیفہ نے اس بارے میں توقف کیا ہے۔"

ملا علی قاری نے علم الکلام کی مباحث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان مباحث کو طول نہیں دیا۔ دراصل ان کا اصل مطمع نظر شرح حدیث اور حدیث سے فقہی مسائل کا استنباط ہے۔

مصادر و مراجع کی کثرت

مرقاۃ المفاتیح کے مصادر و مراجع کی تعداد علامہ طیبی کی الکاشف عن حقائق السنن کے مراجع سے کافی زیادہ ہے۔ علامہ طیبی نے الکاشف کے مقدمہ میں اس کے دس مراجع کا ذکر کیا ہے، اگرچہ کتاب میں کچھ دیگر مراجع سے بھی استفادہ کیا ہے تاہم مرقاۃ المفاتیح کے مراجع کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ اس کے مراجع میں تفاسیر، کتب حدیث، شروح حدیث، کتب اصول حدیث، کتب فقہ، کتب اصول فقہ، لغات، کتب نحو اور کتب بلاغت سے استفادہ کیا ہے۔

خلاصہ بحث

علامہ طیبی کی الکاشف عن حقائق السنن اور ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح دونوں ہی خطیب تبریزی کی مشکاۃ المصابیح کی شروح ہیں۔ دونوں شروح میں بہت سے امور مشترک ہونے کے ساتھ ساتھ ہر شرح کے کچھ امتیازی اور انفرادی خصائص بھی ہیں۔ اس کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- الکاشف اور مرقاۃ کے مشترک امور میں آیات اور احادیث سے فقہی مسائل کا استنباط، متعارض احادیث میں جمع و تطبیق، وجوہ ترجیح کا بیان، اقوال سلف، فقہی آراء اور ان کے دلائل کا بیان، عقل و نقل کا امتزاج، عربی اشعار سے استشہاد، نحوی ترکیب اور مسائل کا بیان، اکثر مصادر و مراجع میں اتحاد، بلاغی مباحث، لغوی مباحث شامل ہیں۔
- الکاشف اور مرقاۃ دونوں حدیث کی جامع، مفصل اور مطول شروح ہیں۔
- الکاشف اور مرقاۃ دونوں حدیث کی مستند شروح ہیں اور بعد میں لکھی جانے والی شروح کے لئے اہم ماخذ ہیں۔
- علامہ طیبی کی الکاشف کے امتیازی امور میں محدثانہ اسلوب، علم مصطلح الحدیث کا بیان اور فقہ شافعی کی ترجمانی قابل ذکر ہیں۔
- علامہ طیبی کی الکاشف ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح کا اہم ماخذ ہے۔
- ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح کے انفرادی امور میں اسماء الرجال کا بیان، حدیث کے متعدد طرق اور الفاظ کا بیان، فقہی مذاہب اور ان کے دلائل کا جامع بیان اور مصادر و مراجع کی کثرت وغیرہ شامل ہیں۔
- ملا علی قاری کی مرقاۃ، علامہ طیبی کی الکاشف سے مستفاد ہونے کے باوجود الکاشف سے زیادہ جامع ہے۔

فی الجملہ دونوں کتب میں بہت سے امور مشترک ہونے کے باوجود منہج اور اسلوب کے اعتبار سے باہم انفرادی اور امتیازی اوصاف موجود ہیں جو ان کی الگ اور منفرد شناخت کو ظاہر کرتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] محمد بن عبد اللہ خطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح (کراچی: مکتبۃ البشری، 1431ھ)، 3:1532۔

[2] شرف الدین حسین بن عبد اللہ الطیبی، الکاشف عن حقائق السنن (مکہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، 1997ء)، 11: 3492۔

[3] ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (بیروت: دار الفکر، 2002ء)، 8:3510۔

[4] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ب ت)، 1:203۔

[5] الطیبی، الکاشف، 3:739۔

[6] القاری، مرقاۃ، 1:341۔

[7] القاری، مرقاۃ، 1:341۔

[8] ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، 1:81۔

[9] الطیبی، الکاشف، 3:963۔

[10] القاری، مرقاۃ، 2:631۔

[11] مسلم، صحیح مسلم، 1:458۔

[12] الطیبی، الکاشف، 4:1148۔

[13] القاری، مرقاۃ، 3:857۔

[14] مسلم، صحیح مسلم، 3:1531۔

[15] الطیبی، الکاشف، 9:2803۔

[16] القاری، مرقاۃ، 6:2643۔

[17] الطیبی، الکاشف، 2:421۔

[18] القاری، مرقاۃ، 1:51۔

[19] التبریزی، مشکاۃ، 2:1127۔

[20] الطیبی، الکاشف، 8:2651۔

[21] القاری، مرقاۃ، 6:2483۔

[22] التبریزی، مشکاۃ، 2:1209۔

[23] الطیبی، الکاشف، 9:2837۔

[24] الطیبی، الکاشف، 9:2837۔

[25] القاری، مرقاۃ، 7:2691۔

[26] الطیبی، الکاشف، 2:482،483۔

[27] القاری، مرقاۃ، 7:2825۔

[28] القاری، مرقاۃ، 7:2825۔

[29] التبریزی، مشکاۃ، 2:1218۔

[30] التبریزی، مشکاۃ، 2:1222۔

[31] الطیبی، الکاشف، 9:2856۔

[32] القاری، مرقاۃ، 7:2716۔

[33] الطیبی، الکاشف، 7:2279۔

[34] التبریزی، مشکاۃ، 2:938۔

[35] الطیبی، الکاشف، 7:2281۔

[36] القاری، مرقاۃ، 4:1541-1542۔

[37] القاری، مرقاۃ، 6:2570۔

[38] القاری، مرقاۃ، 6:2570۔

[39] القاری، مرقاۃ، 6:2570۔

[40] القاری، مرقاۃ، 1:40۔

[41] القاری، مرقاۃ، 1:40۔

[42] القاری، مرقاۃ، 5:1848۔

[43] القاری، مرقاۃ، 1:204۔

[44] القاری، مرقاۃ، 1:204۔